جواہرات مومن

مرتبہ

مولوی محمد رفیع صدیقی فاضل دیوبند

(عالم فاضل منشی کامل)

پبلشر

لالہ رام نراین لال بکسیلر الہ آباد

۱۹۳۱ء

دیباچہ

حکیم مومن خاں مومن

مومن خاں نام، مومن تخلص اِن کے دادا حکیم نامدار خاں اپنا وطن کشمیر چھوڑ کر شاہ عالم کے زمانہ میں دلی آئے اور خوش قسمتی سے شاہی طبیبوں میں داخل ہوگئے، حسن خدمات اور کارگذاری کے صلے میں پرگنہ نارنول کے کچھ مواضعات جاگیر میں عطا ہوئے۔ اِن کے والد کا نام حکیم غلام نبی خاں تھا۔ کوچۂ چیلاں دہلی میں رہتے تھے۔ وہیں ۱۸۰۰ء میں یہ ستارہ جو دنیائے ادب اردو میں آفتاب بن کر چمکا طلوع ہوا۔

ابتدا میں مومن خاں نے گھر ہی پر تعلیم حاصل کی۔ حضرت شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالعزیز جیسے حضرات سے درسیات ختم کیں درسیات ختم کرنے کے بعد اپنے خاندانی پیشے (طبابت) کی گھر ہی پہ تکمیل کی اور عمر ۔۔ تک دلّی میں نسخہ نویسی

کرتے رہے۔

عربی فارسی کے علاوہ علم جفر، رمل اور نجوم میں بھی اِن کو کافی مہارت تھی۔ شطرنج میں بڑے بڑے شاطر اِن کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔

حکیم مومن خاں کی طبیعت میں صانعِ قدرت نے درد، سوز وگداز کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا، جوانی ہی کے عالم میں مومن خاں نے اس زمانے کے بلند مرتبہ بزرگ صوفی سید احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کر لی تھی۔ اسی وجہ سے اِن کے کلام میں اکثر جا بجا تصوف کا اثر جھلکتا ہے۔

مومن خاں، نہایت غیور، خود دار، مستقل مزاج اور قانع تھے، متعدد مقامات سے طلبی کے لئے اصرار ہوا۔ لیکن باوجود قدر دانی اور ہر قسم کے آرام کے مومن خاں نے اپنا وطن چھوڑ کر کہیں جانا پسند نہ کیا اور آخر عمر تک دلّی ہی میں رہے، اِس سے بڑھکر وطن پرستی کا ثبوت اور کیا مل سکتا ہے۔

قدرت نے مومن خاں کو ذہانت، ذکاوت اور غیر معمولی قوت حافظ ودیعت فرمایا تھا۔ جس کی وجہ سے تھوڑے ہی عرصے میں اُنھوں نے شعر وسخن میں کمال حاصل کر لیا۔ اور

دنیائے شاعری میں آفتاب بن کر چمکے۔

مومن خاں طبعاً نہایت غیور اور خود دار تھے۔ اپنے زمانے کے واقعات اور فضا سے ضرور متاثر ہوئے لیکن انھوں نے خود داری کے حدود سے سر مو تجاوز نہیں کیا۔ دیگر شعرا کی طرح سے زمانے نے ان سے بھی موافقت نہ کی لیکن انھوں نے حوادثات زمانہ سے پریشان ہو کر متانت کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور کبھی اپنے دامن کو حرص وطمع سے ملوث نہ کیا۔

مومن خاں نے کبھی کسی کے لئے کوئی قصیدہ صلے کی امید میں پیش نہیں کیا۔ راجہ اجیت سنگھ رئیس پٹیالہ جو سخاوت و رفیاضی میں حد درجہ مشہور تھے، دلی ہی میں رہتے تھے۔ انھوں نے مومن خاں کو ایک ہتھنی مع قیمتی ہودج کے عنایت فرمائی تھی۔ اس کے شکریہ میں البتہ مومن خاں نے ایک قصیدہ پیش کیا تھا کچھ منتخب اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

صبح ہوئی تو کیا ہوا ہے وہی تیرہ اختری
کثرت دود سے سیاہ شعلہ شمع خاوری

چشم ستارۂ سحر یوں ہے زحل سے سرمہ سا
دشنۂ ترک چرخ سے تیز نگاہ مشتری

خطِ بیاضِ صبح وہ شعلۂ دمِ اژدرِ سپید ہے
عکس سے جس کے آب ہو آئینۂ سکندری

مجھکو فغاں سے کام اور ذکر میں اہلِ خانقاہ
دیر میں شورِ بید خواں میکدہ میں نواگری

چار طرف ہے غلغلہ حیَّ علَی الفلاح کا ہے
پا بچلینوں سے عذرِ لنگ شدتِ ضعف لاغری

صبح مری شبِ مریض شب شبِ اولینِ گور
روزگداز ہم شام سختی روزِ محشری

ایک سے ایک کامیاب سینۂ حاسداں کباب
ایک طرف شرابِ ناب ایک طرف گزک دھری

رونقِ بزم و عزمِ رزم فر جلال قدر جاہ
تونے بغایتِ کمال جمع کئے نہ سرسری

سینہ پہ روئے دلیراں بر میں قبائے رستمی ہے
پاؤں پہ فرقِ سروراں سر پہ کلاہ سروری

اسقدر اعتبار قال اسقدر انقلاب حال ہے
یعنی ترے قدم کے ہیں طالع و بخت سنجری

حضرت مومن اسقدر لاف اگرچہ ہے درست ہے
طولِ مقال عیبِ شعر حلیہ عیوب سے بری

قصیدے کی سلاست اور روانی دیکھئے پورا قصیدہ بیجا تعلی اور مبالغے سے بالکل پاک ہے۔

مومن خاں کے کلام میں الفاظ کی بندش، ترکیب کی چستی، زبان کی سلاست اور روانی سب کچھ موجود ہے۔ ان کے تشبیہات اور استعارے نہایت بلند ہیں، انھیں خصوصیات کی وجہ سے دیگر شعرا سے ان کا کلام نمایاں ہے، باوجود کمال اور خداداد قابلیت کے عدم شہرت کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے عام روش اختیار نہیں کی تھی، اور اس سے بالکل علیحدہ اپنا راستہ بنالیا تھا۔ اس طرز خاص میں حکیم مومن خاں مرزا غالب سے بھی سبقت[1] لے گئے تھے۔ مرزا غالب نے حکیم مومن خاں کا جب یہ شعر سنا ؎

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا — جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

تو سر دھنتے لگے، اور اس کی بہت تعریف کی، اس کے بعد فرمایا "کاش مومن خاں میرا سارا دیوان لے لیتا اور صرف یہ شعر مجھکو دے دیتا، اس شعر کو مرزا صاحب نے اپنے متعدد خطوط[2] میں بھی نقل کیا ہے۔

مومن خاں کے اس کمال کو بعض غلط بیں نگاہوں نے نقص

---

[1] دیکھو یادگار غالب مطبع ادبیہ لکھنؤ صفحہ ۱۴۹ [2] یادگار غالب مطبع ادبیہ لکھنؤ صفحہ ۸۹

اور عیب ٹھیرایا ہے۔

مومن خاں نہایت خوددار تھے لیکن مغرور ومتکبر نہ تھے، کسی کی مدح یا ذم اصل واقعے کے خلاف کبھی گوارا نہ کرتے تھے۔ اظہار حقیقت میں اُن کو کسی قسم کا عار نہ تھا۔ اہل کمال کے بڑے قدر دان تھے اور اُن کے کمال کے معترف تھے۔ تغزل کے مرد میدان تھے اپنے خیال کی بلندی میں دیگر شعرا سے ممتاز تھے، اپنے تمام کلام میں فصاحت، بلاغت سلاست اور روانی کو کہیں ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ لطیف استعارے نادر تشبیہیں۔ اِن کے کلام میں جابجا موجود ہیں۔ بندش کی چستی اور کلام کی روانی اور صفائی کی ایسی نظیر، دیگر شعرا کے کلام میں نہیں ملتی۔

شاعر کی مثال اُس جوہری جیسی ہے جو اپنے جواہرات کو ایسی مناسب اور موزوں ترتیب سے رکھتا ہے جو خریداروں کے لئے جذب نظر کا باعث ہوتی ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا تمام خصوصیات مع موزوں اور مناسب ترتیب کے مومن کے کلام میں پائی جاتی ہیں پھر بھلا کس قدر بے انصافی ہو گی اگر حکیم مومن خاں کے کلام کو "جواہرات" سے تعبیر نہ کیا جائے۔

یہ ایک مختصر سا انتخاب میری کوشش بلیغ کا نتیجہ ہے جو ناظرین

اور شائقین علم ادب کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اُمید ہے
کہ ارباب علم اور عام شائقین ادب اس نا چیز ہدیے
کو قبول فرما کر میری حوصلہ افزائی فرمائیں گے ۔

گر قبول اُفتد زہے عز و شرف

مارچ سنہ ۳۱ء
الہ آباد

رفیع صدیقی

انتخاب غزلیات

نہ کیونکر مطلع دیوان ہو مطلع سرِ وحدت کا
کہ ہاتھ آیا ہے روشن مصرعِ انگشتِ شہادت کا

سرشکِ اعتراضِ عجز نے الماس ریزی کی
جگر صد پارہ ہے اندیشۂ خوں گشتہ طاقت کا

غضب سے تیرے ڈرتا ہوں رضا کی تیری خواہش ہے
نہ میں بیزار دوزخ سے نہ میں مشتاق جنت کا

خدایا ہاتھ اٹھاؤں عرضِ مطلب سے بھلا کیونکر
کہ ہے دستِ دعا میں گوشۂ دامانِ اجابت کا

عنایت کر مجھے آشوبگاہِ حشرِ غم اک دل
کہ جس کا ہر نفس ہم نغمہ ہو شورِ قیامت کا

پھوڑا تھا دل نہ تھا یہ موئے پر خلل گیا
جب ٹھیس سانس کی لگی دم ہی نکل گیا

اُس کوچے کی ہوا تھی کہ میری ہی آہ تھی — کوئی تو دل کی آگ پہ پنکھا سا جھل گیا
اُس نقشِ پا کے سجدے نے کیا کیا کیا ذلیل — میں کوچۂ رقیب میں بھی سر کے بل گیا
کچھ جی گرا پڑے تھا پر اب تو نے ناز سے — مجھکو گرا دیا تو مرا جی سنبھل گیا

بتخانے سے نہ کعبے کو تکلیف دے مجھے
مومن بس اب معاف کہ یاں جی بہل گیا۔

نہ جاؤں گا کبھی جنت کو میں نہ جاؤں گا — اگر نہ ہووے گا نقشہ تمہارے گھر کا سا
یہ جوشِ یاس تو دیکھو کہ اپنے قتل کے وقت — دعائے وصل نہ کی وقت تھا اثر کا سا
خبر نہیں کہ اُسے کیا ہوا پر اس در پر — نشانِ پا نظر آتا ہے نامہ بر کا سا
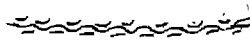
اُن سے بدخو کا کرم بھی ستمِ جاں ہوگا — میں تو میں غیر بھی دل دیکے پشیماں ہوگا
ایسی لذت خلشِ دل میں کہاں ہوتی ہے — رہ گیا سینہ میں اُس کا کوئی پیکاں ہوگا
حیرتِ حسن نے دیوانہ کیا گر اُس کا — دیکھنا خانۂ آئینہ بھی ویراں ہوگا
دیدۂ منتظر آتا نہیں شاید تجھ تک — کہ مرے خواب کا بھی کوئی نگہباں ہوگا
کیونکر اُمید وفا سے ہو تسلی دل کو — فکر ہے یہ کہ وہ وعدے سے پشیماں ہوگا
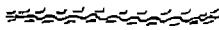
آخر اُمید ہی سے چارۂ حرماں ہوگا — مرگ کی آس پہ جینا شبِ ہجراں ہوگا
درد یہ جان کے عوض ہر رگ و پے میں ساری — چارہ گر ہم نہیں ہونے کے جو درماں ہوگا

شومیٔ بخت تو ہے چین لیے لے وحشت دل   دیکھ زنداں ہے کوئی دن یہ بیاباں ہوگا

بات کرنے میں رقیبوں سے ابھی ٹوٹ گیا   دل بھی شاید اسی بدعہد کا پیماں ہوگا

دوستی اُس صنم آفت ایماں سے کرے

مومن ایسا بھی کوئی دشمن ایماں ہوگا

دیدۂ حیراں نے تماشا کیا   دیر تلک وہ مجھے دیکھا کیا

غیر عیادت سے بُرا مانتے   قتل کیا آن کے اچھا کیا

زندگیٔ ہجر بھی اک موت تھی   مرگ نے کیا کار مسیحا کیا

سچ ہی سہی آپ کا پیمان وصل   مرگ نے کب وعدۂ فردا کیا

دشمن مومن ہی رہے بت سدا

مجھ سے مرے نام نے یہ کیا کیا

موئے نہ عشق میں جب تک وہ مہرباں نہ ہوا

بلائے جاں ہے وہ دل جو بلائے جاں نہ ہوا

لگی نہیں ہے یہ چپ لذت ستم سے کہ میں

حریف کشمکش نالہ و فغاں نہ ہوا

دم حساب رہا روز حشر بھی یہی ذکر

ہمارے عشق کا چرچا کہاں کہاں نہ ہوا

ہے شرط ہم پہ عنایت میں گو نہ گو نہ ستم

کبھی محبت دشمن کا امتحاں نہ ہوا

امید وعدۂ دیدار حشر پر مومن

تو بے مزہ تھا کہ حسرت کش بتاں نہ ہوا

سب تارہ فتنہ جو نکلے تیرے عہد میں — اک میرا بخت تھا کہ وہ بیدار کم ہوا

ذکر بتاں سے پہلی سی نفرت نہیں رہی — کچھ ابکو کفر مومن دیندار کم ہوا

[illegible] دل آرام نکلتا — دم کا ہے کو یوں ای دلِ ناکام نکلتا

میں وہم سے مرتا ہوں ہار عیب ہے اسکے — قاصد کی زباں سے نہیں پیغام نکلتا

[illegible] جانتے تا غیر کہ دشمن بھی وہاں ہے — اپنی طرح اے گردش ایام نکلتا

ہر ایک سے اس بزم میں سنتا جو چھپتے تھے نام — تھا لطف جو کوئی مرا ہمنام نکلتا

کیوں کام طلب ہے مرے آزار سے گردوں — ناکام سے دیکھا ہے کہیں کام نکلتا

کیا کیا نہ کہے غیر کی گر بات نہ پوچھو — یہ حوصلہ میرا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

مت پوچھ کہ کس واسطے چپ لگ گئی ظالم — بس کیا کہوں میں کیا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

ہر وقت ہے دشنام ہر اک بات میں طعنہ — پھر اس پہ بھی کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

کچھ مومن کے جو میں چپ ہوں تو تم کہتے ہو بولو — سمجھو تو یہ تھوڑا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

مومن بخدا سحر بیانی کا جبھی تک — ہر ایک کو دعویٰ ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

تیرے پردے نے کی پردہ دری — تیرے چھپتے ہی کچھ چھپا نہ رہا
غم مرا کس لئے کہ دنیا میں — نہ رہا میں مرا فسانہ رہا
دل لگانے کے تو اٹھائے مزے — جی بلا سے رہا رہا نہ رہا
تو فلک مرگ ہم سے سب غافل — اب کسی کا بھی آسرا نہ رہا
مومن اس بت کے نیم ناز سے ہائے — تم کو دعوے اتقا نہ رہا

شب غم فرقت ہمیں کیا کیا مزے دکھلائے تھا
دم رکے تھا سینہ میں کمبخت جی گھبرائے تھا
یا تو دم دیتا تھا وہ یا نامہ بر بہکائے تھا
سچے غلط پیغام سارے کون یاں تک آئے تھا

عبث الفت بڑھی تم کو وہ کب دیتا تھا دم تم پر
یہ مجھکو دیکھ کر دشمن کا بیجا تھام لیتا تھا
چھٹایا کیوں مرا دامن رات دن رہتا ہم پھرتا
بتا تو کیا ترا مہر گردش ایام لیتا تھا

سحر تک شام سے تجھ بن یہی حالت رکھی دل نے
نہ مجھکو چین دیتا تھا نہ آپ آرام لیتا تھا
نہ مانوں گا نصیحت پر نہ سنتا میں تو کیا کرتا
کہ ہر ہر بات میں ناصح تمہارا نام لیتا تھا
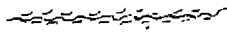
کشتۂ نازِ بتاں روزِ ازل سے ہوں مجھے
جان کھونے کیلئے اللہ نے پیدا کیا
چارہ گر کعبے میں اُس کے آستاں سے لیگئے
ایک بھی میری نہ مانی لاکھ سر ٹپکا کیا
کیا مجل ہوں اب علاجِ بیقراری کیا کروں
دھر دیا ہاتھ اُس نے دل پر تو بھی دل دھڑکا گیا
عرضِ ایمان سے ضد اُس غارتِ گرِ دیں کو بڑھی
تجھ سے اے مومنؔ خدا سمجھے یہ تو نے کیا کیا
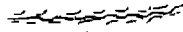
کیا اُس نے قتل جہاں اک نظر میں
کسی نے نہ دیکھا تماشا کسی کا
مجھے مار ڈالا ہے انکار نے پھر
یہ کہنا کہ کیا مجھ پہ دعویٰ کسی کا

دل کو قلق ہے ترک محبت کے بعد بھی — اب آسماں کو شیوۂ بیداد آ گیا

کچھ قفس میں ان دنوں لگتا ہے جی — آشیاں اپنا ہوا برباد کیا
ہیں اسیر اُس کے جو ہے اپنا اسیر — ہم نہ سمجھے صید کیا صیاد کیا
جب مجھے رنجِ دل آزاری نہ ہو — بیوفا پھر حاصل بیداد کیا
روزِ محشر کی توقع ہے عبث — ایسی باتوں سے ہو خاطر شاد کیا
بتکدہ جنت ہے چلیئے بے ہراس — لب پہ مومن ہرچہ بادا باد کیا

دل بیتاب کو گر باندھ کر رکھوں نہ ٹھہرے گا
سوا اُس در کی زنجیروں کے یہ مجنوں نہ ٹھہریگا
سراپا اسکے محوِ شوخیِ قاتل ہوں محشر تک
مرے زخموں سے جاری ہی رہیگا خوں نہ ٹھہریگا
کیا بہرِ عیادت گر ارادہ اُسنے آنے کا
تو جب تک جان ہے دردِ دلِ محزوں نہ ٹھہریگا
طوافِ کعبہ کا خوگر ہے دیکھو صدقے ہونے دے
بتو سمجھو ذرا مومن ہے مومن یوں نہ ٹھہریگا

یہ عذر امتحانِ جذبِ دل کیسا نکل آیا　　میں الزام اُسکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا
ہمارے خوں بہا کا غیر سے دعویٰ ہے قاتل کو　　یہ بعد انفصال اب یہ اور ہی جھگڑا نکل آیا

روزِ جزا جو قاتلِ دلجو خطاب تھا　　میرا سوال ہی مرے خوں کا جواب تھا
ہوں کیوں نہ محوِ حیرتِ نیرنگہائے شوق　　جو دل میں شعلہ تھا وہی آنکھوں میں آب تھا

مجھکو تیرے عتاب نے مارا　　یا مرے اضطراب نے مارا
خاک اُٹھینگے خاک سے جو نہیں　　ترکِ آرام و خواب نے مارا
خوں کیونکر مرا کھلے کہ مجھے　　اک سراپا حجاب نے مارا
یادِ ایامِ وصلِ یار افسوس　　دہر کے انقلاب نے مارا
کسپہ مرتے ہو آپ پوچھتے ہیں　　مجھے فکرِ جواب نے مارا
مومن از بس ہیں بے شمار گناہ　　غمِ روزِ حساب نے مارا

دیکھ لو شوق ناتمام مرا　　غیر لے جائے ہے پیام مرا
اُس لبِ لعل کی شکایت ہے　　کیونکہ رنگیں نہ ہو کلام مرا
تو نے رسوا کیا مجھے اب تک　　کوئی بھی جانتا تھا نام مرا

خود چھپانے کو مری لاش سے کہتا ہے وہ شوخ
مجھکو یہ غم ہے کہ میں کیوں ترا قاتل نہوا
کیا گلے ہوتے گر اوروں پہ بھی رحم آجاتا
شکر صد شکر کہ میرا سا ترا دل نہوا
مر گیا جس پہ نہیں گھر میں رسائی اُس کے
تھا تو مومن میں وے خُلد میں داخل نہ ہوا

کسی کا سوزِ دل ہرگز تجھے یاد نہیں آتا
تو سب کو جانے ہے اے مہر عالم تاب اپنا سا
جواب خون ناحق میرا ایسا کیا دیا تونے
کہ ظالم رہ گئے منہ لیکے سب احباب اپنا سا
یہ رنگ آمیزیاں کیسی ہیں کسکا در ہے دیکھو تو
مجھے تو کچھ نظر آتا ہے یہ خونناب اپنا سا
بناوٹ سے یہ زلفیں لاکھ بل کھایا کریں لیکن
یہ ممکن ہی نہیں ہووے جو پیچ و تاب اپنا سا
اگرچہ شعر مومن بھی نہایت خوب کہتا ہے
کہاں ہے لیک معنی بند مضموں یاب اپنا سا

کیا مرتے دم کے لطف میں پنہاں ستم نہ تھا
وہ دیکھتے تھے سانس کو اور مجھ میں دم نہ تھا

بیخود تھے غش تھے محو تھے دنیا کا غم نہ تھا
جینا وصال میں بھی تو مرنے سے کم نہ تھا

کیوں جورِ متصل سے ترے غیر کھنچ گئے
میں کیا حریفِ کشمکشِ دمبدم نہ تھا

موت کے صدقے کہ وہ بے پردہ آئے لاش پر
جو نہ دیکھا تھا تماشا عمر بھر دکھلا دیا

اُس کے دل میں اب خیالِ قتل ہر دم آئے ہے
موت کو کس نے الٰہی میرا گھر دکھلا دیا

غیروں پہ کھل نہ جائے کہیں راز دیکھنا — میری طرف بھی غمزۂ غماز دیکھنا
اُڑتے ہی رنگِ رُخ مرا نظروں سے تھا نہاں — اس مرغِ پر شکستہ کی پرواز دیکھنا
دشنامِ یار طبعِ حزیں پر گراں نہیں — اے ہم نفس نزاکتِ آواز دیکھنا
دیکھ اپنا حالِ زار منجم ہوا رقیب — تھا سازگار طالعِ ناساز دیکھنا
بد کام کا مآل بُرا ہے جزا کے بعد — حالِ سپہرِ تفرقہ انداز دیکھنا

مت رکھیو گرد تارکِ عشاق پر قدم
پامال ہو نہ جائے سرافراز دیکھنا

کشتہ ہوں اس کی چشم فسونگر کا اے مسیح
کرنا سمجھ کے دعویٰ اعجاز دیکھنا

ترکِ صنم بھی کم نہیں سوزِ جحیم سے
مومن غم مآل کا آغاز دیکھنا

جوں نکہتِ گل جنبش ہے جی کا نکل جانا
اے بادِ صبا میری کروٹ تو بدل جانا

کیا ایسے سے دعویٰ ہو محشر میں کہ ہے تو
نظارۂ قاتل کو احسان اجل جانا

اثر اس کو ذرا نہیں ہوتا
رنج راحت فزا نہیں ہوتا

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

حالِ دل یار کو لکھوں کیونکر
ہاتھ دل سے جدا نہیں ہوتا

کیوں سنے عرضِ مضطرب مومن
صنم آخر خدا نہیں ہوتا

آ چکے کل تم جھوٹ ہی ایسی باتوں میں ہم کب آتے ہیں
اس سے کہو جو تم کو نہ جانے آپ کسے فرماتے ہیں

کس کی خبر اب آنے کی ہے کس لئے ہے یہ بیتابی
کس لئے ہم یاں ہر دم پھر تے آتے ہیں اور جاتے ہیں

ہوش گئے یاں دل سے پہلے ہوتے سمجھ تو سمجھیں بات

یہ تو سمجھیے حضرت ناصح آپ کسے سمجھاتے ہیں

کنج قفس میں بیٹھ کے گاہے روتے ہیں تنہائی پہ

یاد سیر موسم گل سے گاہے جی بہلاتے ہیں

عشق نے کر دیا خراب ہمیں — کہ ہوا پینے سے اجتناب ہمیں

شب فرقت میں خاک جھپکے آنکھ — یاد ہے چشم نیم خواب ہمیں

غیر کے واسطے نہ ہو بیتاب — طعنہ دیتا ہے اضطراب ہمیں

اب کوئی کیا کرے علاج افسوس — موت نے بھی دیا جواب ہمیں

اے بتا پھر دیکھ مومن ہیں — ہے حرام آگ کا عذاب ہمیں

لاش پر آنے کی شہرت شب غم دیتے ہیں — اے پری ہم ملک الموت کو دم دیتے ہیں

لذت جور کشی نے مجھے شرمندہ کیا — طعنے کیا کیا اُسے ارباب ستم دیتے ہیں

کس توقع پہ اُمید وصل اب — طاقت صبر و شکیبائی نہیں

ہے دعا بھی بے اثر گویا کہیں — عرض عاشق کی پذیرائی نہیں

درد دل تو سن لے ظالم ایک بار — گو دماغ چارہ فرمائی نہیں

ترک مذہب کیوں کروں مومن ہیں کیا — اُس صنم کو لاف یکتائی نہیں

نہیں دم لینے کی طاقت فلک ورنہ ہلا دیتے
کہ یہ تاثیر ہوتی ہے فغان آسماں رس میں
نہ میں اپنا نہ دل اپنا نہ تم میرے نہ جاں میری
اثر کس کس کو ہو ہوسے بھی گر فریاد بیکس میں
در بتخانہ عشق بتاں اور آپ اے مومن
یہ حضرت آگئی اکبار کیا طبع مقدس میں

ہوش کیوں جاتے رہے اور دم ہوا کیوں ہو چلا
تجھ سے اے باد صبا آئی یہ کس کی بو ہمیں
گر یہی شوق شہادت ہے تو مومن جی چکے
مار ڈالے کاش کوئی کافر دلجو ہمیں

دمبدم رونا ہمیں چاروں طرف تکنا ہمیں
کیا کہیں عاشق ہوئے یا ہو گیا سودا ہمیں
ہر ستم صیاد کا کیا التفات آمیز تھا
بند کرنے کو قفس میں دام سے چھوڑا ہمیں
یار تھے یا دشمن جاں تھے مرے اے چارہ گر

لے چلے مرتے ہی زنداں سے سوئے صحرا ہمیں
تو نہ جانے عشق بازی اور ہم ناداں ہوں
بے سمجھ کہتا ہے ناصح تو نے کیا سمجھا ہمیں
کیا کہیں کیوں رہ گئے حیراں تجھکو دیکھ کر
آگیا دل یاد اے آئینہ رو اپنا ہمیں

ناصح اُن کو گر مری شکل سے تنفر ہے
تو بھی کم نگاہی کیوں جانے وفا دیکھیں

کچھ نہیں نظر آتا آنکھ لگتے ہی ناصح
گر نہیں یقیں حضرت آپ بھی لگا دیکھیں

چشم والے نابینا کر دیا جدائی نے
کوئی آنکھ لگتی ہے خواب وصل کیا دیکھیں

دیکھیے خدا کب تک پھر وہ دن دکھائیگا
یار کو ان آنکھوں سے غیر بے خفا دیکھیں

ٹکٹکی لگائی ہے اب تو کو بہ کو رسوائی
تا وہ گر ادھر دیکھیں تجھکو دیکھنا دیکھیں

کس نے اور کو دیکھا کسکی آنکھ جھپکی ہے
دیکھنا ادھر آؤ پھر نظر ملا دیکھیں

بزم میں اُس کی بیان دردِ غم کیوں کر کریں
وہ خفا جس بات سے ہووے وہ ہم کیونکر کریں
تجھ پہ بعد امتحاں بھی جور کم کیوں کر کریں
وہ ستائیں غیر کو ایسا ستم کیوں کر کریں

ہے شب فرقت میں مرگ افسانہ خواں بیفائدہ
نام آرام آگیا خواب عدم کیونکر کریں

سب کو ہوتا ہے جہاں میں پاس اپنے نام کا
ہم بھی تو مومن ہیں دل نذر صنم کیونکر کریں

نہ تن ہی کے ترے بسمل کے ٹکڑے ٹکڑے ہیں
ہے پاش پاش جگر دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہیں

درازدستی یہ کس بے ادب نے کی دم قتل
تمام دامن قاتل کے ٹکڑے ٹکڑے ہیں

ہے جلوہ ریز نور نظر گرد راہ میں — آنکھیں ہیں کسکی فرش تری جلوہ گاہ میں
کیا رحم کھا کے غیر نے دی تھی دعا وصل — ظالم کہاں وگرنہ اثر میری راہ میں
مت کیجو دیر آنے میں کیا جانے کیا بنے — کھینچا ہے جذب شوق نے یوسف کو چاہ میں
جانے دے چارہ گر شب ہجراں میں مت بلا — وہ کیوں شریک ہو مرے حال تباہ میں
ہے دوستی تو جانب دشمن نہ دیکھنا — جادو بھرا ہوا ہے تمھاری نگاہ میں
ظالم کہیں روا نہیں عاشق سے احتراز — کہدے اگر یوں تنک سخن دادخواہ میں
مومن کو سچ ہے دولت دنیا و دیں نصیب — شب بتکدہ میں گذری ہے دن خانقاہ میں

تا نہ پڑے خلل کہیں آپ کے خواب ناز میں
ہم نہیں چاہتے کمی اپنی شب دراز میں
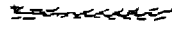
منظور ہو تو وصل میں بہتر ستم نہیں
اتنا رہا ہوں دور کہ ہجراں کا غم نہیں

کیا خوش ہوس کوئے غیر میں گر نقش پا نہو
وہ شوخ جانتا ہوں کہ ثابت قدم نہیں

بے التفاتیاں جو عدو سے سنی نہ تھیں
ہم جانتے تھے وصل میں رنج والم نہیں

بے جرم پائمال عدو کو کیا گیا
مجھ کو خیال بھی ترے سر کی قسم نہیں

ناصح کہاں تلک تری باتیں اٹھا سکوں
سچ ہے کہ مجھ میں طاقت جور و ستم نہیں
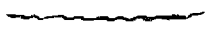
مانے نہ مانے منع تپش ہائے دل کروں
میں غیر تو نہیں کہ تماشائے دل کروں
ہو جان بھی جو کچھ تو مداوائے دل کروں
کبتک میں دل پہ ہاتھ دھرے ہائے دل کروں
جان دیدوں ہے اُس آفت جاں سے معاملہ
بس کبتک انتظار تقاضائے دل کروں
اس بت کو ترک دین سے نہیں مومن اعتماد
کیونکر نہ میں شکایت اغوائے دل کروں
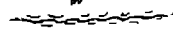
نالہ ہی نکلے ہے گو ہم مدعا کہنے کو ہیں
لب نہیں کہنے میں اب کیا جانے کیا کہنے کو ہیں

دوست کرتے ہیں ملامت غیر کرتے ہیں گلہ
کیا قیامت ہے مجھی کو سب بڑا کہنے کو ہیں

شکوہ حرفِ تلخ کا یا شورِ بختی کا گلہ
ہم جو کچھ کہنے کو ہیں سو بے مزا کہنے کو ہیں

میں گلہ کرتا ہوں اپنا تو نہ سن غیروں کی بات
ہیں یہی کہنے کو وہ بھی اور کیا کہنے کو ہیں

وہ نہیں آتے نہ آویں مرگ ظالم تو تو آ
یاں لبِ شوق و تمنا مرحبا کہنے کو ہیں

ہو گئے نام بتاں سنتے ہی مومن بیقرار
ہم نہ کہتے تھے کہ حضرت پارسا کہنے کو ہیں

وہ علی الرغم عدو مجھ پہ کرم کرتے ہیں
ہے ستم لطف کے پردے میں ستم کرتے ہیں

اے اجل کاش الٹ جائیں شب ہجراں میں
وہ دعائیں کہ تری جان کو ہم کرتے ہیں

دیکھنا اُس دہن تنگ کے بوسے کا مزا
کہ ہوسناک تمنائے عدم کرتے ہیں
ہائے قسمت کہ ہوئی مجھ پہ جفا اور فزوں
ان دنوں غیر پہ گر لطف وہ کم کرتے ہیں
کشتۂ یار ہوں اس رشک سے مرتا ہے جہاں
وہ بھی کیا ہیں جو مرے موت کا غم کرتے ہیں

کیسے گلے رقیب کے کیا طعن اقربا　تیرا ہی جی نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

تاثیر صبر میں نہ اثر اضطراب میں　بیچارگی سے جان پڑی کس عذاب میں
بے نالہ منہ سے جھڑتے ہیں ٹکڑے گریہ آنکھ سے　اجزائے دل کا حال نہ پوچھ اضطراب میں
فکر مآل سے مے و شاہد رہے عزیز　پیری میں موت یاد تھی پیری شباب میں

جلتا ہوں ہجر شاہد و یاد شراب میں　شوق شراب نے مجھے ڈالا عذاب میں
کہتے ہیں تم کو ہوش نہیں اضطراب میں　سارے گلے تمام ہوئے اک جواب میں
ہم کچھ تو بد تھے جب نہ کیا یار نے پسند　اے حسرت اسقدر غلطی انتخاب میں
آنکھ اُس کی پھر گئی تھی دل اپنا بھی پھر گیا　یہ اور انقلاب ہوا انقلاب میں

مطلب کی جستجو نے یہ کیا حال کر دیا
حسرت بھی اب نہیں دلِ ناکامیاب میں

ناکامیوں سے کام رہا عمر بھر ہمیں
پیری میں یاس ہے جو ہوس تھی شباب میں

تقدیر بھی بُری سہی تدبیر بھی بُری
بگڑے وہ پرسشِ سببِ اجتناب میں

کیا جانیے یاد آئے کہ اپنی خبر نہیں
بے بادہ مست ہوں میں شبِ ماہتاب میں

تیری جفا نہ ہو تو ہے سب دشمنوں سے امن
پیوستِ غمزۂ دل درنجت خواب میں

بیوفائی کا عدو کی ہے گلہ
لطف میں بھی وہ ستاتے ہیں مجھے

حیرتِ حسن سے یہ شکل بنی
کہ وہ آئینہ دکھاتے ہیں مجھے

گر کہے غمزہ کسے قتل کروں
تو اشارت سے بتاتے ہیں مجھے

اب یہ صورت ہے کہ اے پردہ نشیں
تجھ سے احباب چھپاتے ہیں مجھے

پھر سینہ سوزِ داغِ غمِ شعلہ فام ہے
پھر گرمجوشیِ دل و سودائے خام ہے

ہر جا پہ پھر ہے طائرِ مجنوں کا آشیاں
پھر فوج فوج سر پہ مرے ازدحام ہے

پھر دل ہے داغ مطلعِ خورشید دیکھ کر
ازبس کہ یادِ جلوۂ بالائے بام ہے

پھر آگیا ہے کون سے بیباک کا خیال
یہ کیا ہوا کہ رخصتِ ناموس نام ہے
جاں لوٹتی ہے پھر کہ وہی عیش ہو نصیب
ہم ہیں وہ مست ناز ہے اور دورِ جام ہے
جی چاہتا ہے پوچھے کوئی کیا وہ مر گیا
پھر ایک بات کہنے میں قصّہ تمام ہے
چلون سے کس پری کا نظارا ہوا نصیب
پھر اپنے تنکے چننے کی کیوں دھوم دھام ہے
پھر پردہ در ہے کس کی وہ انگلی ہلال سی
جو مثلِ صبح چاکِ گریبانِ شام ہے
پھر کس نے غیر کو نہ دیا ناز سے جواب
پھر خواہشِ پیامِ اجل کا پیام ہے
دیکھا نگاہِ ناز سے کس شوخ چشم نے
پھر مضطرب نظر کو جہان نیم گام ہے
کس کم سخن نے دیکھ مجھے آہ کی کہ پھر
اپنے بھی چپکے رہنے میں کچھ کچھ کلام ہے

پھر کس ستم شعار نے پوچھا ہے میرا حال
پھر ناصحوں کو کیوں خطرِ انتقام ہے

میں احوالِ دل مر گیا کہتے کہتے
تھکے تم نہ بس بس سنا کہتے کہتے

مجھے چپ لگی مدعا کہتے کہتے
رکے ہیں وہ کیا جانے کیا کہتے کہتے

چلے تم کہاں میں نے تو دم لیا ہے
فسانہ دلِ زار کا کہتے کہتے

برا ہو ترا محرمِ راز تو نے
کیا اُن کو رسوا برا کہتے کہتے

سمجھائے گر دوں مفصل نہ پوچھو
کہ سر پھر گیا ماجرا کہتے کہتے

نہیں یا صنم مومن اب کفر سے کچھ
کہ خو ہو گئی ہے صدا کہتے کہتے

کیوں نہ ٹپکے آب جب ٹپکے لہو
برق کٹتی ہے تری شمشیر سے

یوں بنا کر حال دل کہنا نہ تھا
بات بگڑی میری ہی تقریر سے

انگلیوں میں خامہ جم کر رہ گیا
نامہ ہائے شوق کی تحریر سے

کیونکر پوچھے حال تلخی عاشق دلگیر سے
ہو گئے ہیں بند لب شیریں تقریر سے

دوستو لے آؤ قاتل کو کسی تدبیر سے

سر کٹا ئیں گے کہ اب تو جنگ ہے تقدیر سے
لذّتِ وحشت سے جلتا ہوں کہیں بھاگے نہ دل
ہیں مشابہ آپ کی زلفیں بہت زنجیر سے
حسن کی نیرنگیوں سے کم نہیں ازرنگِ عشق
تو بنو جلوہ ملا لو رنگ کی تغئیر سے
رشکِ دامانِ جواہر اور لکھی ہے غزل
جس کو مفلس بھی نہ بدلے نسخۂ اکسیر سے

جی رُکے ہے ضبط کرتے کرتے میں تو مر گیا
ناک میں آیا دم اس آہ ستم تاثیر سے
اُن کو جلدی جانے کی مجھ کو عذابِ جانکنی
دونوں کا دم ناک میں ہے موت کی تاخیر سے
میں نے سوچا آپ اپنے خون ناحق کا جواب
نام اس کا سینے پہ لکھا ہے نوکِ تیر سے
مار ڈالا ہم کو جورِ گردشِ ایام نے
بڑھ گئی رات اپنی روزِ حشر کی تقصیر سے

بزمِ دشمن سے نہ اُٹھے وہ کسی تدبیر سے
مل گئے ہم خاک میں محشر تری تاخیر سے

میرے لکھے کو مٹایا آپ نے اچھا ہوا
تھا فلک گوں ہی مدعا یاں نامہ کی تحریر سے

ایسے نازک کے شمائل کیوں نہ دل میں نقش ہوں
کھنچ گیا سینہ پر نقشہ غیر کی تصویر سے

نالہ ہائے بوالہوس نے کھو دیا آزارِ شوق
لو ہم اچھے ہو گئے درمان بے تاثیر سے

عشق اُس قاتل کا بعد قتل بھی ہم کو رہا
ہے یہ کیسا جرم جو جاتا نہیں تقدیر سے

سر ٹپکتا ہے قلق میں مومنِ خانہ خراب
مسجدیں رہتی نہیں کیا فائدہ تعمیر سے
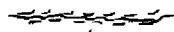
مومن سوئے شرق اُس بت کافر کا تو گھر ہے
ہم سجدہ کدھر کرتے ہیں اور کعبہ کدھر ہے

بیہوش ہے عاشق پہ سیہ مست سے کمتر
تم مجھکو تو کہتے ہو کچھ اپنی بھی خبر ہے

حسرت سے میں دیکھوں تو فلک کیونکہ نہو رام
اُس نرگس جادو کی نگہ پیش نظر ہے

ارمان نکلنے دے بس اے بیم نزاکت
ہاں ہاتھ تصور میں مرا زیر کمر ہے

ہم حال کہے جائیں گے سنئے کہ نہ سنئے
اتنا ہی تو یاں صحبتِ ناصح کا اثر ہے

وہ ذبح کرے اور یہاں جان فدا ہو
ایسے سے نبھے یوں یہ ہمارا ہی جگر ہے

اب بھی نہیں جاتی ترے آجانے کی اُمید
گو پھر گئیں آنکھیں پہ نگہ جانبِ در ہے

دل کھول کے مل لیجئے مومن صنموں سے
اس سال میں گر سوئے حرم عزم سفر ہے
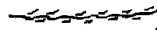
دل میں اُس شوخ کے جو راہ نہ کی — ہم نے جان دی پر آہ نہ کی
کون ایسا کہ اُس سے پوچھے کبھو — پرسشِ حال دادخواہ نہ کی
تھا بہت شوق وصل تو نے تو کم — کی اے حُسن تا بکاہ نہ کی
عشق میں کام کچھ نہیں آتا — گر نہ کی حرص مال وجاہ نہ کی

میں بھی کچھ خوش نہیں وفا کر کے — تم نے اچھا کیا نباہ نہ کی
تھا مقدر میں اُس سے کم ملنا — کیوں ملاقات گاہ گاہ نہ کی
دیکھ دشمن کو اُٹھ گیا بے دید — میرے احوال پر نگاہ نہ کی
مومن اس ذہنِ بے خطا پہ حیف — فکرِ آمرزشِ گناہ نہ کی

بندھا خیالِ جناں بعد ترکِ یار مجھے
کیا ہے یاس نے کیا کیا اُمیدوار مجھے
نہ آسمان کا رُخ پھیر دوں جدھر چاہوں
دیا ہے کیا طپشِ دل نے اختیار مجھے
وہ شام وعدہ جو آئے تو بیخود و سرمست
رہا وصال میں بھی وہ ہی انتظار مجھے
وہ رندِ خُمکدہ کش ہوں کہ زہر دیتے ہیں
بتنگ آ کے حریفانِ بادہ خوار مجھے
بقدرِ جوشش تڑپنے کو تھا ولے پسِ قتل
وہ بے قرار ہوئے آ گیا قرار مجھے
اُمیدِ مرگ پہ ہر فتنہ راحتِ جان ہے
شبِ فراق میں کیا بیم روزگار مجھے

اگر حسابِ وفا امتحاں کے بعد نہ ہو
قبول عذر ستمہائے بیشمار مجھے

رقیب کھائے قسم تو وفا کا آئے یقیں
تو میری جان ہے کیا تیرا اعتبار مجھے

پسِ شکستنِ خم زجرِ محتسب معقول
گناہگار نے سمجھا گناہگار مجھے

نہ کام زور سے نکلا نہ عجز کام آیا
بس اب تو چین دے اے شوق ہرزہ کار مجھے

کئے ہیں طولِ امل نے تمام کام خراب
ہمیشہ نظمِ جہاں کے ہیں کاروبار مجھے

دعا بلا تھی شبِ غم سکونِ جاں کے لئے
سخن بہانہ ہوا مرگِ ناگہاں کے لئے

خلافِ وعدۂ فردا کی ہم کو تاب کہاں
اُمید تکیہ ہے یاسِ جاوداں کے لئے

سُخن نہ آپ تو ہم بوالہوس سے حال کہیں
کہ سخت چاہئے دل اپنے رازداں کے لئے

حجاب چرخ بلا ہے ہوا کرے بیتاب
فغاں اثر کے لئے اور اثر فغاں کے لئے

ہے اعتماد مرے بخت خفتہ پہ کیا کیا
وگرنہ خواب کہاں چشم پاسباں کیلئے

مزہ یہ شکوہ میں آیا کہ بے مزہ ہوئے ہو
میں تلخکام رہا لذت زباں کے لئے

کہاں وہ عیش اسیری کہاں وہ دام قفس
ہے بیم برق بلا روز آشیاں کے لئے

بھلا ہوا کہ وفا آزما ستم سے موئے
ہمیں بھی دینی تھی جاں اُسکے امتحاں کیلئے

رواں فزائے سحر حلال تو مومن سے
رہا نہ معجزہ باقی لب بتاں کے لئے

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی
تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

موئے آغاز الفت میں ہم افسوس
اُسے بھی رہ گئی حسرت جفا کی

چمن میں کوئی اُس کو سے نہ آیا
گئی برباد سب محنت صبا کی

کیا جب التفات اُس نے ذرا سا
پڑی ہم کو حصولِ مدعا کی

کہا ہے غیر نے تم سے مرا حال
کہے دیتی ہے بیباکی ادا کی

تمھیں شور فغاں سے میرے کیا کام
خبر لو اپنی چشم سرمہ سا کی

مجھے اے دل تری جلدی نے مارا
نہیں تقصیر اُس دیر آشنا کی

جفا سے تھک گئے تو بھی نہ پوچھا
کہ تو نے کس توقع پر وفا کی

کہا اُس بت سے مرتا ہوں تو مومن
کہا میں کیا کروں مرضی خدا کی

نہ ربط اُس سے نہ یاری آسماں سے
جفا بہرِ عدو لاؤں کہاں سے

یہ حالت ہے تو کیا حاصل بیاں سے
کہوں کچھ اور کچھ نکلے زباں سے

قیامت مرتے دم آئی فغاں سے
جہاں لے کر چلے ہیں ہم جہاں سے

بُرا ہے عشق کا انجام یا رب
بچا نا فتنۂ آخر زماں سے

رہی شب کی سی بیتابی تو ہر روز
چرائیں گے ہم آنکھیں پاسباں سے

وہ آیا خاک پر تو بھی نہ اُٹھے
ہوئے ہم کیا سبک خواب گراں سے

وہ آئے ہیں پشیماں لاش پر آپ
تجھے اب زندگی لاؤں کہاں سے

گر اپنے وہم ہی سے اُس نے پوچھا
مرا احوال میرے راز داں سے

نہ بولوں گا نہ بولوں گا کہ میں ہوں
زیادہ بدگماں اُس بدگماں سے

تجلی جلوہ فرما ہے نہ صیاد
نکل کر کیا کریں ہم آشیاں سے

جہاں سے تنگ تر جنت نہ ہو جائے
بہت حسرت بھرا جاتا ہوں یاں سے

خدا کی بے نیازی ہائے مومنؔ　　ہم ایماں لائے تھے نازِ بتاں سے

فردیات

اُس ستم کیش نے یہ اپنے نصیبوں کا لکھا
خط بھی لکھا تو سلام اُس میں رقیبوں کا لکھا

عطر ملتا تھا وہ عذرِ بدِ دماغی کے لئے
دور سے دیکھا عدو کو ہاتھ مل کر رہ گیا

نہ کیونکر دیکھ مجھکو رنگ بدلے اُس پریرو کا
پلٹنا اُس نگاہوں کا اُلٹ جانا ہے جادو کا

وقتِ وداعِ یار عجب اپنا حال تھا
کیا کرتے ہم رہی کہ ٹھہرنا محال تھا

جا بجا از مومن اُس نے دیا غیر کو خطاب
ہم جان پر بھی کھیلے پہ نام اور کا ہوا

رحم کرنے کا نہیں مومنؔ وہ کافر کیش پھر
فائدہ رونے سے سر جو کھٹ سے عاقل تو ٹوٹا

تھے نہیں مومنؔ کی خود داری پہ کیا کیا اعتماد
کیا خبر تھی یہ کہ یوں محوِ بتاں ہو جائے گا

تمھیں ملنا تھا دشمن سے تو ملتے
ولے یک چند ترسایا نہ ہوتا

بارے محشر میں بگڑ نا تو ہمیں بن آیا
کہ اُٹھے خاک سے جب وہ سرِ مدفن آیا

جان دی اور اس وفا پر امتحاں باقی رہا
حشر کی فریاد کا اُس کو گماں باقی رہا

ہے زمیں سب فتنہ خیز اُس کے خرامِ ناز سے
یہ قیامت کیسی آئی آسماں باقی رہا

مضمونِ قتل اُن سے کہوں کیا عتاب میں
قاصد کی لاش آئی ہے خط کے جواب میں

مجھکو کیا کام کہ آئینہ کی حیرت دیکھوں
دیکھ تو آئینہ اور میں تری صورت دیکھوں

خوش آئے مجھکو صبا کب گلوں کی باغ میں بو
بھری ہوئی ہے یہاں اور ہی دماغ میں بو

خوش نہ کیوں کر ہوں میں کافر کو مسلماں کر کے
مومن اُس بت نے دلائی مجھے ایماں کی قسم

اُس نے نامہ لکھا نصیب پھرے   نامہ بر کیا پھرا نصیب پھرے

ستمگر پوچھتا ہے حال کیا بیمار کا اپنے
کوئی دم کا گھڑی کا لحظہ کا ساعت کا مہماں ہے

باقی نہیں رہا ہے کچھ تن میں حال اپنے
اک ایک موئے سر ہے سر کا وبال اپنے

کافر اُسے بنانا تھا یہ کیا کیا بتو
مومن سے مل کے تم بھی مسلمان ہوگئے

دو ہی دن ہے شب و روز غم و شادی مومن
کچھ ہمیشہ نہ رہے گا نہ رہا یا د رہے

رباعیات

ہو حق وفا ادا قضا نے چاہا
کعبہ کا سفر بخت رسا نے چاہا
ہے ترک علاج ان بتوں کا مومن
دیکھو چاہیں گے گر خدا نے چاہا

کیا گوشہ خفا میں انجمن میں بھی تو تھا
کیا دشت کہ تنگدل چمن میں بھی تو تھا
کچھ اور نہیں سفر میں ایذا لیکن
اک درد ہے دل میں جو وطن میں بھی تو تھا

گر جور و ستم پہ طبع آئی اچھا
ہے شوق محبت آزمائی اچھا

یاں روز جزا کی آس ہے روز افزوں　　کر لیجئے جو ہو سکے برائی اچھا

گر دل میں اثر نہ تیرے غم کا ہوتا　　کاہے کو یہ لوٹتا تڑپتا ہوتا
کیسی آرام سے گذرتی اوقات　　اے کاش کہ میرا دل بھی تجھ سا ہوتا

محروم حصول مدعا نے چاہا　　حسرت زدہ بخت نارسا نے چاہا
مومن اُس بت نے گر نہ چاہا نہ سہی　　ہم خوش ہیں اُسی میں جو خدا نے چاہا

ہے عہد شباب نہ زندگانی کا مزا　　پیری میں کہاں وہ نوجوانی کا مزا
اب یہ بھی کوئی دن میں فسانہ ہوگا　　باتوں میں جو باقی ہے کہانی کا مزا

مومن کو رفیق گبر و ترسا دیکھا　　پھر طائف کعبۂ معلّے دیکھا
ہندی صنم اب ہیں جستجو میں بیتاب　　اللہ کی قدرت کا تماشا دیکھا

اے خواجۂ خواجگان دم خشم عتاب　　کیا تاب کہ دے سکے کوئی تجھکو جواب
گر جرم کا میرے وزن کرنا ٹھہرا　　انصاف سے کر اپنے کرم کا بھی حساب

مومن ہے اگرچہ سب اُسی کا یہ ظہور — توحید وجودی کا نہ کرنا مذکور
یعنے کہ بنائے ہیں خدا نے بندے — بندے کو خدا بنائے کس کا مقدور

ہے ضعف سے دل پہ ہاتھ دھرنا دشوار — جب دم نہ رہا تو نام کرنا دشوار
اس پر یہ غضب کہ حسرتوں کا ہے ہجوم — جینا دشوار مجھکو مرنا دشوار

پروانے کو کس لئے جلایا اے شمع — بے جرم کو خاک میں ملایا اے شمع
سر کٹنے سے بھی ذرا شرارت نہ گئی — تو نے تو غضب ہی سر اُٹھایا اے شمع

مومن شوقِ گناہگاری کب تک — اے تیرہ دروں سیاہ کاری کب تک
ہاں اپنے خدا کو یاد آ بہر خدا — اے دشمنِ دیں بتوں سے یاری کب تک

میں شمع نہیں جسے رلانے سے حصول — لو یاں نہیں مرے جلانے سے حصول
میں خوردۂ گل نہ آبِ بارانِ ہوا — ظالم مرے خاک میں ملانے سے حصول

ہے تم کو عداوت آزمانا معلوم — کیا زیست کی گور پر بھی آنا معلوم
ہم جان سے جائیں یا جہاں سے لیکن — ہو آپ کے دل میں کچھ ٹھکانا معلوم

جنت میں ہے روز حشر جانا مومن　　ناداں نہ بن کہ تو ہے دانا مومن
ہر رات نہ مل روئے صنم سے آخر　　اک دن ہے خدا کو منہ دکھانا مومن

خاطر نہیں تم کو گر ہماری نہ سہی　　گر اب نہیں وہ جو دوستی تھی نہ سہی
ملتا نہیں تو پیام بھی ہو موقوف　　جب وہ نہ رہا تو خیر یہ بھی نہ سہی

کی صرف کمال زندگانی ہم نے　　دیکھی نہ جہاں میں قدردانی ہم نے
افسوس کہ ایسے بےتمیزوں سے گلہ　　قدر اپنی کچھ آپ ہی نہ جانی ہم نے

مومن لازم ہے وضع مرغوب بنے　　جو رنگ ہو آدمی خوش اسلوب بنے
کیا خرقہ و عمامہ ہے اللہ اللہ　　جب شکل بگڑ گئی تو تم خوب بنے

مظہر سے بری ہے کبریائی اسکی　　آئینہ گر از خود نمائی اس کی
وہ بندۂ نفس جو انا اللہ کہے　　زیبندہ اسی کو ہے خدائی اسکی

باہتمام [illegible] رمضان علی شاہ نیشنل پریس الہ آباد میں چھپا

۸۹۱۶۴۳۱۲ م۲۴

(ص۱۳۰۴م)

۳۲۰۹۳

Date	No.	Date	No.